دروغِ مصلحت آمیز

کمال ایک نئے طرز کے آراستہ ڈرائنگ روم میں
بہت بیتابی سے ٹہل رہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ یہ کسی کے انتظار میں ہے۔ بار بار اپنی گھڑی بھی دیکھتا
جاتا ہے۔ اور کبھی کبھی ٹھہر کر منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑا بھی
دیتا ہے۔ گھنٹہ نو بجاتا ہے۔

کمال:۔ اوہو نو بج گئے۔ سینما شروع ہونے میں بس صرف آدھ گھنٹہ رہ گیا، اور ابھی تک زہرہ تیار ہو کر نہیں آئی۔ (پھر ٹہلنے لگتا ہے) یہ زہرہ کا دستی پنکھا ہے۔ کس قدر پیارا ہے۔ (چومتا ہے) ..... یہ زہرہ کا بٹوا ہے۔ آہا اس میں سے کس قدر خوشبو آرہی ہے۔ (چومتا ہے) زہرہ کا خاوند رحیم بھی گھر پر نہیں۔ چلو اچھا ہوا۔

زہرہ:۔ کمال! تمہارے دیوان پن کی بھی کوئی حد ہے۔

کمال:۔ (چونک کر) ہیں تم آگئیں۔ میں تو مایوس ہو چکا تھا۔ زہرہ اس وقت کاسنی ساڑھی میں تم کس قدر حسین معلوم ہوتی ہو۔ اُف میرے خرمنِ ہوش و حواس کو تم نے اپنے صاعقۂ حسن سے جلا کر خاک کر دیا۔

زہرہ:۔ بس کمال تمہاری انہی اوٹ پٹانگ باتوں سے میں جلتی ہوں۔ ہر وقت تمہارے سر پر لعنت چھانٹنے کا بھوت سوار رہتا ہے۔

کمال:۔ افسوس زہرہ تمہاری بارگاہِ حسن میں میرے اِن ناچیز جذبات کی قدر نہیں۔ میری شاعری تمہارے بے مثال حسن کو غیر فانی شہرت دیدیگی۔

زہرہ:۔ بس بس معاف کیجئے۔ میں اس غیر فانی شہرت سے باز آئی۔ کسی وقت تو عقل کی بات کیا کرو۔

کمال:۔ ہائے افسوس۔ اب عقل و خرد کو برباد کرنے کے بعد کہتی ہو عقل سے کام لوں ؎

لو وہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بے ننگ و نام ہے
یہ جانتا اگر تو لُٹاتا نہ گھر کو میں

زہرہ:۔ اگر تمہاری ان باتوں کو رحیم نے سن لیا تو کیا کہیں گے۔

کمال:۔ بس زہرہ میں اِس زندگی سے عاجز آگیا ہوں۔ آج میں دو ٹوک بات کر کے فیصلہ کرنا چاہتا ہوں اور اس کا فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ تمہارے سامنے دو چیزیں ہیں۔ ایک طرف رحیم تمہارا خاوند ہے جو یقیناً تم سے محبت نہیں کرتا۔ اُس کی نظروں میں تمہارے حسن اور خوبصورتی کی کوئی وقعت نہیں۔ وہ تم کو فقط زہرہ کی حیثیت سے جانتا ہے، اور دوسری طرف میں تمہارا پرستار کمال ہوں۔ جس کے لئے دنیا کی سب سے بڑی نعمت تمہارا تبسم اور دونوں جہان کی دولت تمہاری ایک نظرِ التفات ہے، جو تمہارے حسن کے مقابلے میں دنیا کی ہر چیز کو ہیچ سمجھتا ہے۔ جو تم سے محبت نہیں کرتا بلکہ تمہیں پوجتا ہے، پوجتا۔ اب تمہیں انصاف کرو کہ تم ان دونوں میں سے کس کو انتخاب کرو گی۔

زہرہ:۔ تمہارا مطلب؟

کمال:۔ بس میرا مطلب صاف ہے، میں اس رازداری اور پوشیدہ محبت سے تنگ آگیا ہوں۔ آج رات تم فیصلہ کرو۔ تمہیں فیصلہ کرنا پڑیگا۔

زہرہ:۔ کمال۔ تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔ سِڑی تو نہیں ہو گئے۔

کمال:۔ ہاں ہاں میں سِڑی سہی۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ آج میری قسمت کا فیصلہ اپنے لبِ لعلیں سے مجھے سُنا دو۔ زہرہ اس فیصلہ کو سننے کے لئے میری رُوح تڑپ رہی ہے۔

زہرہ:۔ بھلا یہ فیصلہ کیسے ہو سکتا ہے۔

کمال:۔ بس میں نہیں جانتا۔ تم صرف ایک مرتبہ اپنے اِن خوبصورت لبوں سے ہاں کہدو۔ پھر ہم دونوں اس دُنیا سے دُور بہت دُور افتادہ مقام پر جا کر رہیں گے۔ جہاں ہمیں کوئی نہ دیکھ سکے گا۔ جہاں ہمیں کوئی ایک دوسرے سے جدا نہ کر سکے گا۔

زہرہ:۔ لیکن رحیم۔

کمال:۔ میں رحیم سے صاف صاف کہدونگا۔ ہم تم ابھی رحیم کے پاس چلتے ہیں۔ میں رحیم سے بنت کہونگا کہ زہرہ کو مجھ سے محبت ہے۔ میں زہرہ کی پرستش کرتا ہوں۔ رحیم اب تم اس معاملے میں دخل نہ دو۔ اور سیدھی طرح زہرہ سے دستبردار ہو جاؤ۔

زہرہ:۔ ہائے میرے اللہ تم کیسی دیوانوں کی سی باتیں کرتے ہو۔ یہ سُنکر رحیم کیا کہے گا۔

کمال:۔ رحیم ایک شریف انسان ہے۔ وہ جنٹلمین ہے۔ وہ انسانی جذبات کی قدر جانتا ہے۔ جب اُسے معلوم ہوگا کہ مجھے تم سے محبت ہے اور تم بھی مجھے چاہتی ہو تو مجھے یقین ہے کہ رحیم کو اس پر اعتراض نہیں ہوگا۔ وہ بخوشی منظور کر لے گا کہ تم سے دستبردار ہو جائے۔

زہرہ:۔ پھر وہی جنون۔ رحیم آپ کی گدی ناپ دیں گے تو سچ جی کے

ہوش ٹھکانے آجائیں گے۔

کمال:۔ مجھے اس کی پروا نہیں۔ کالج کے زمانے میں میں بہت ورزش کرتا رہا ہوں۔ کُشتے بازی میں میرا کوئی جواب نہیں تھا۔ اگر یہ فیصلہ طاقت آزمائی پر منحصر ہے تو میں اس کے لئے بھی تیار ہوں۔ ہاں ہاں میں بالکل تیار ہوں۔

زہرہ:۔ یا وحشت۔

کمال:۔ اسے تم وحشت کہو یا جنون۔ آج فیصلہ ہو جانا چاہیئے۔ پھر میں تمہارے قدموں میں بیٹھ کر اپنی نئی نظمیں سناؤں گا۔ میری شاعری اور میری زندگی کا مقصد مجھے مل جائے گا۔

زہرہ:۔ لے ہے مجھے اب یاد آیا۔ نگوڑی تمہاری وہ نظمیں اور غزلیں جو کل تم مجھے دے گئے تھے، لو انہیں واپس لے لو۔ کہیں رحیم نے دیکھ لیا تو غضب ہی آجائے گا۔

کمال:۔ افسوس زہرہ تمہیں میرے جگر کے ٹکڑوں کی قیمت کا احساس نہیں۔ یہ شعر میں نے خونِ جگر پی پی کر لکھے تھے اور تمہیں انکی قدر نہیں۔

زہرہ:۔ ہائیں وہ غزلیں میں نے اپنے اسی بٹوے میں تو رکھی تھیں۔ کہاں گئیں۔ ہائے غضب۔ کہیں رحیم کے قبضہ میں تو نہیں آگئیں۔ اے میرے اللہ اب کیا ہوگا۔

کمال:۔ ہوگا کیا۔ میں تو خود چاہتا تھا کہ رحیم کو اِس محبت کا حال بتادوں۔ چلو اب اُسے معلوم ہوگیا ہوگا۔

زہرہ:۔ ہائے اللہ کہیں وہ اس کمبخت زبیدہ کے ہاتھ تو نہیں لگ گئیں۔ یہ میری نند نہیں بلکہ سوکن ہے۔ بات بات پر طعنے دیتی ہے۔ اگر کہیں اُسنے دیکھ لیا تو مجھے طعنے دے دیکر ہی مار ڈالے گی۔

کمال:۔ چلو یہ اور بھی اچھا ہوا۔ تم نے سُنا نہیں کہ مُشک اور عشق کبھی نہیں چُھپ سکتے۔ چلو زہرہ، تیار ہو جاؤ۔ ہم رحیم سے درخواست کریں کہ ہمیں جانے کی اجازت دے۔ پھر ہم یہاں سے جائیں گے۔ اس کے بعد اے میری ملکۂ حُسن میں تمہارے سامنے اپنی شاعری کے پھول نثار کرونگا۔ میں نظمیں لکھونگا اور تم سُنوگی۔

زہرہ:۔ اے میرے اللہ۔ مجھے صاف نظر آرہا ہے کہ اس شیطان زبیدہ نے یہ نظمیں میرے بٹوے سے نکال لیں۔ اب وہ ہاتھ مٹکا مٹکا کر اور انگلیاں نچا نچا کر رحیم کو تمہارے وہ شعر سُنا رہی ہوگی۔ کمال تم نے بھی غضب کیا ان شعروں میں کھلے بندوں میرا نام لکھ دیا۔ ہر ہر مصرع میں زہرہ باندھا ہے۔

کمال:۔ (نہایت جوش سے) زہرہ میرے کمال کی داد نہ دوگی۔ ایسی مشکل زمین اور سخت قافیے میں ایسے مرصّع اشعار نکالنا میرا ہی حصّہ ہے۔ پھر دُنیا بھر کی صنعتیں اور نادر استعارے اور اچھوتی تشبیہوں کا تو ذکر ہی نہیں۔ کاش اس وقت انوری اور خاقانی زندہ ہوتے تو میرے کمال کی داد دیتے۔ غالب اور ذوق اپنے اپنے جھگڑوں کو بھول جاتے۔ میر اور سودا میرا کلام آنکھوں سے لگاتے۔

زہرہ:۔ بس جانے بھی دو یہ ہرزہ سرائی۔ کیا تمہیں زہرہ کے سوا کوئی اور ردیف بھی نہیں ملتی تھی۔ اس شہر میں بس میں ہی ایک زہرہ ہوں۔ ہائے میرے اللہ۔ رحیم ان بے ہودہ اور لغو شعروں کو پڑھکر کیا کہے گا۔ میں کوئی بہانہ بھی تو نہیں بنا سکتی۔

کمال:۔ زہرہ میرے انتخاب کی داد دینا۔ میں نے تمہارا نام اسی خوبی سے شعروں میں باندھا ہے جیسے انگوٹھی پر نگینہ جڑ دیا ہے۔ اگر رحیم سخن فہم ہے تو تڑپ جائے گا۔

زہرہ:۔ چولھے میں جائیں تمہارے شعر، مجھے تو اب اپنی فکر ہے دیکھو رحیم آتا ہی ہوگا۔ اُس نے کہا تھا میں ساڑھے نو سے پہلے آجاؤنگا۔

کمال:۔ چلو یہ اور بھی اچھا ہوا۔ مجھے اُسے ڈھونڈنے کی تکلیف اُٹھانی نہیں پڑے گی۔

زہرہ:۔ اے میرے اللہ یہ کس جانور سے پالا پڑگیا ہے۔ دیکھو کمال تمہیں میری قسم ہے۔ تم سے رحیم اگر ان نظموں کا حال پوچھیں تو کہدینا یہ زہرہ کوئی اور ہے۔

کمال:۔ نہیں مجھ سے تو یہ نہیں ہو سکے گا۔ میں جھوٹ کیوں بولوں۔ میں تو سچ سچ کہہ دوں گا کہ میرے خوابوں کی تعبیر رحیم یہی تمہاری بیوی زہرہ ہے۔

زہرہ:۔ تم میرا ہی مُردہ دیکھو۔ میرے سر کی قسم جو تم میری بات نہ مانو۔ کرو وعدہ۔ میرے اچھے کمال۔ تمہیں میری محبت ہی کی قسم ہے۔

کمال:۔ اچھا بابا جو تم کہو۔ اب تمہارے لئے مجھے جھوٹ بھی بولنا ہی پڑیگا۔

(موٹر کی آواز)

زہرہ:۔ دیکھو کمال وہ رحیم آگئے۔ دیکھوں کھڑکی میں سے اِن کے چہرے سے کیا معلوم ہوتا ہے۔ (کھڑکی میں سے جھانکتی ہے) وہ بہت ناراض معلوم ہوتے ہیں۔ میرے کمال دیکھو تمہیں میری ہی قسم ہے۔

(رحیم داخل ہوتا ہے۔)

رحیم:۔ ہائیں زہرہ ابھی تم دونوں سینما نہیں گئے۔ میں تو سمجھا تھا چلے گئے ہوگے۔

کمال:۔ جی نہیں۔ اب ہم نے ارادہ تبدیل کر دیا۔

زہرہ:۔ ہاں۔ مجھے شام کو ذرا چھینکیں آگئی تھیں، اس لئے مناسب نہیں

سمجھا کہ رات کی ہوا میں سینما جاؤں۔

رحیم:۔ بہت خوب۔ کمال صاحب مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے۔

کمال:۔ جی ہاں میں حاضر ہوں۔ ہمہ تن گوش ہوں فرمایئے۔

رحیم:۔ جی نہیں۔ جلدی نہیں ہے۔ پھر کبھی سہی۔ زہرہ کی موجودگی میں نہیں، خیر پھر سہی۔

زہرہ:۔ نہیں پیارے رحیم، مجھے اماں کے خط کا جواب لکھنا ہے۔ میں جا رہی ہوں۔

رحیم:۔ خیر تو پھر کچھ مضائقہ نہیں۔

(زہرہ جاتی ہے)

کمال:۔ جی ہاں میں آپ کے ارشادات سننے کے لئے ہمہ تن گوش ہوں۔

رحیم:۔ (غصہ سے) ہمہ تن گوش کے بچے۔ میں تو تجھے شریف سمجھتا تھا لیکن اب معلوم ہوا کہ تو بیحد کمینہ ہے۔

کمال:۔ (تعجب سے) رحیم صاحب، معاف کیجئے گا، میں اِس بے تکلفی کا مطلب نہیں سمجھا۔

رحیم:۔ جی ہاں آپ کیوں سمجھنے لگے۔ آپ تو بے حد خدا رسیدہ پاکباز انسان ہیں۔

کمال:۔ معاف کیجئے گا میں اِن اشاروں اور کنایوں کی حقیقت کے ادراک سے قاصر ہوں، ذرا وضاحت سے فرمایئے۔

رحیم:۔ (جیب سے غزلوں کا کاغذ نکالتے ہوئے) ابے دھوکے باز، بدمعاش، دیکھ۔ یہ دیکھ اپنی کارستانی۔ شرم تو نہیں آتی مردود کو۔ لوگوں کی بہو بیٹیوں پر غزلیں لکھتا ہے۔ شاعر کی دُم بنا پھرتا ہے۔ شاعر کی دم۔

کمال:۔ (نہایت شوق سے) آہا۔ ہا۔ رحیم صاحب یہ میری پرانی غزلوں کا مسودہ آپ کے پاس ہے۔ واللہ۔ خوب صاحب خوب۔ دیکھئے چند سال ہوئے ایک شب مجھے نیند نہیں آئی۔ میں ذرا صحن میں ٹہلنے لگا۔ آسمان پر ستاروں کا جال بچھا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی مالی نے سیج پر پھول سجا دئے ہوں۔

رحیم:۔ (تنگ آکر طنزیہ) خوب۔ پھر ارشاد۔

کمال:۔ بس انہیں ستاروں میں زہرہ ہے۔ وہ لعل شب چراغ کی طرح آسمان پر چمک رہا تھا۔ میرے جذبات اس ستارے کو دیکھکر پھڑک اُٹھے۔ اُسی وقت قلم برداشتہ یہ چند غزلیں اور متفرق اشعار لکھ دئے۔ رحیم صاحب میری برجستہ گوئی کی داد تو نہ دیجئے گا۔ اور پھر دیکھئے اس مشکل زمین میں کیا کیا قافئے نکالے ہیں۔ آپ کو ماننا ہی پڑیگا۔

رحیم:۔ مکار کہیں کا۔ بدمعاش نے آج تک زہرہ ستارے کی شکل تک نہیں دیکھی اب جھوٹے عذر اور نامعقول تاویلیں پیش کرتا ہے۔ ابے بدمعاش اس میں ستارے کا کہاں ذکر ہے۔ بھلا زہرہ کی زلفیں، اس کے خوبصورت لب۔ نازک رُخسار بھی کسی نے دیکھے ہیں۔ یہ شعر تُو نے میری بیوی کے متعلق لکھے ہیں۔

کمال:۔ معاف کیجئے گا رحیم صاحب، میں آپ سے اس قدر بے تکلف نہیں ہوں۔ اور نہ آپ کی بیوی کے متعلق میرے دل میں ایسے جذبات ہیں کہ میں انہیں اپنی غزل کا موضوع بناؤں۔ بھلا اُن کے نازک لب کہاں کہ جو کسی شاعر کے جذبات کو اُکسا سکیں۔ ان کی زلفیں دیکھکر کس احمق کو شعر کہنے کا خیال آتا ہے۔ معاذ اللہ، معاذ اللہ۔ "چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک ــــ"

رحیم:۔ اچھا تو گویا آپ کے نزدیک میری بیوی دُنیا کی بدترین عورت ہے۔ جس کے رخسار جاذبِ نظر نہیں۔ جس کی زلفیں گویا گھوڑے کی دُم کے بال ہیں۔ اور اُس کے لب حبشی لبوں کا نمونہ۔ کیوں یہی مطلب ہے نا آپ کا؟۔

کمال:۔ (نہایت شوق سے) جی ہاں۔ جی ہاں آپ خوب سمجھے۔ میرا یہی بالکل یہی مطلب ہے۔

کمال:۔ ابے بدمعاش تیری یہ مجال کہ میری بیوی کے متعلق یہ لفظ کہے، "چہ داند بوزنہ لذاتِ ادرک"۔ ابے بندر۔ تجھے کیا معلوم کہ زہرہ دُنیا کی حسین ترین عورت ہے۔ اُس کے خمِ ابرو کے اشارے پر دونوں جہان قُربان ہوسکتے ہیں۔ ہمارے شہر کے بڑے بڑے رئیس صرف اِس آرزو میں مرے جاتے ہیں کہ کسی چائے کی پارٹی میں زہرہ کے قریب بیٹھنے کا انہیں شرف حاصل ہو۔ اور زہرہ اپنے نازک ہاتھوں سے انہیں چائے کی ایک پیالی بنا کر پیش کرے۔ یا کم از کم اُن کے سوالات کا جواب صرف سر ہلا کر دیدے۔ بڑے بڑے مصوّروں کی صرف اتنی آرزو ہے کہ زہرہ اِن کے سامنے ماڈل بن کر چند منٹ کے لئے ہی بیٹھ جائے۔ بڑی بڑی سینما کمپنیوں کے ڈائرکٹر اس کی خدمات حاصل کرنے کیلئے بیتاب ہیں اور تو کہتا ہے کہ اِسے دیکھکر تیرے جذباتِ شاعری میں ہیجان پیدا نہیں ہوتا۔ (کمال کے سر پر چانٹا مارتا ہے) دیکھا۔ بول اب بول۔ بتا۔

کمال:۔ اچھا اب آپ اس پر اُتر آئے۔ تو بسم اللہ۔ میں بھی تیار ہوں۔ یہ لیجئے ــــ (مارتا ہے)

رحیم:۔ ہائے میری ناک۔

(یہ شور سنکر زہرہ اندر داخل ہوتی ہے)

زہرہ:۔ ہائیں ہائیں یہ کیا۔ کمال چھوڑ دو رحیم کو۔ دیکھنا پیارے رحیم، کمال

سے مت لڑنا۔ یہ اپنے زمانے میں مُکّے بازی کے اوّل نمبر کے اُستاد تھے۔
رحیم:۔ تو میں بھی کُشتی لڑنے کئی سال تک اُستاد ببو خان کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا ہوں۔ یہ دیکھ بدمعاش۔
کمال:۔ یہ لیجئے جناب۔
زہرہ:۔ ہائیں۔ دیکھو۔ دیکھو چھوڑ دو۔ رحیم چھوڑ دو۔ چھوڑ دو۔
رحیم:۔ میں اِس بدمعاش کو ہرگز نہیں چھوڑونگا۔ اس نے تمہاری بےعزّتی کی ہے۔ کمینہ انسان۔ کہتا ہے کہ تمہارے حُسن کو دیکھکر اسکے جذبات میں ہیجان پیدا نہیں ہوتا۔ شاعر کی دُم بنا پھرتا ہے
زہرہ:۔ بس بس رحیم۔ کمال تم ہی باز آجاؤ۔ رحیم تم وعدہ کرو کہ اب کمال سے نہیں لڑوگے۔
رحیم:۔ نہیں ہرگز نہیں چھوڑونگا۔ آج میں اس شاعر کی دُم کو کچا کھا کر چھوڑونگا۔ ہاں ایک شرط ہے۔ اگر یہ اپنے الفاظ واپس لے لے۔ وہ گستاخ لفظ جو اُسنے تمہاری شان میں کہے ہیں۔ تو میں معاف کر دونگا۔
زہرہ:۔ کمال۔ چلو کمال ایک جنٹلمین کی طرح تم اپنے الفاظ واپس لے لو۔
کمال:۔ اچھا میں اپنا ایک ایک لفظ واپس لیتا ہوں بغیر کسی شرط کے۔ میں غیر مشروط معافی چاہتا ہوں۔
زہرہ:۔ شاباش کمال۔ اچھا اب رحیم سے کمال تم ہاتھ بھی ملالو۔ بس اب دونوں کی دوستی ہوگئی۔
کمال:۔ نہیں ہرگز نہیں۔ میں ان سے ہاتھ کبھی نہیں ملاؤنگا۔ آج تمہاری' زہرہ صرف تمہاری وجہ سے مجھے دو دفعہ جھوٹ بولنا پڑا۔ تمہارا خاوند رحیم اوّل درجے کا بیوقوف اور گاوَدی ہے۔ اب میں سب واقعہ سچ سچ کہتا ہوں۔
زہرہ:۔ ہائے میرے اللہ۔ خدا کیلئے ذرا میری . . . . .
رحیم:۔ ہاں ہاں تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ (طعنے میں) کہو کہو، ابھی بچہ جی کو معلوم ہوتا ہے۔ ذرا سبق نہیں ملا۔ ہاں ہاں بولو۔
کمال:۔ میں کہہ رہا ہوں کہ تم اوّل درجے کے بیوقوف اور گاوَدی ہو۔ اور اگر تم تیار ہو تو میں اور بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں۔
رحیم:۔ (کوٹ اتار کر) یہ لو میں نے کوٹ اُتار دیا۔ اور میں اب تیار ہوں۔ بولو کیا کہنے والے تھے۔
کمال:۔ سُنو، یہ غزلیں میں نے ہی لکھی ہیں۔ اور زہرہ ستارے کے متعلق نہیں لکھیں۔ بلکہ تمہاری بیوی زہرہ کے متعلق لکھی ہیں۔ کیونکہ مجھے زہرہ سے محبت ہے۔ میں زہرہ کو دُنیا کی حسین ترین عورت سمجھتا ہوں۔ یہ میری شاعری کے خواب کی تعبیر ہے۔ اسکے خمِ ابرو پر میں اپنا تن من دھن سب نثار کرنے کو تیار ہوں۔ سنتے ہو رحیم مجھے اِس سے محبت ہے۔ اور تم جیسا گاوَدی اِس حسینہ کے شوہر بننے کا بلکہ اسکے پاؤں کی خاک کے برابر بھی نہیں ہے۔
رحیم:۔ (خوش ہوکر) کیا یہ سچ سچ تمہارے دلی جذبات ہیں۔ کمال سچ کہو۔ کیا تم یہ سچ سچ بول رہے ہو۔
کمال:۔ ہاں میں یہ سچ کہہ رہا ہوں۔ ابھی اور باقی ہے وہ بھی سُن لو۔ تمہارے آنے سے پہلے میں نے زہرہ سے صاف صاف کہدیا تھا کہ اب میں اپنی محبت چُھپا نہیں سکتا۔ میں تم سے سب کہدونگا۔ پھر میں زہرہ کو لیکر کہیں اور بہت دُور چلا جاؤنگا۔ لیکن افسوس کہ زہرہ نے میری التجا کو ٹھکرا دیا۔ نہ معلوم اسے تم میں کیا مل نظر آتے ہیں۔
رحیم:۔ میرے پیارے دوست کمال۔ مجھے اپنی اس غلط فہمی پر بیحد افسوس ہے۔ بھلا تم نے مجھے یہ پہلے کیوں نہ بتایا۔ اچھا زہرہ اب کمال سے درخواست کرو کہ یہ مجھ سے ہاتھ ملالیں۔
زہرہ:۔ کمال اچھا میرے کہنے سے انہیں معاف کر دو۔ یہ میرے خاوند ہیں۔ میری وجہ ہی سے انہیں معاف کر دو۔ چلو ان سے ہاتھ بھی ملالو۔
رحیم:۔ کمال تمہیں ماننا پڑے گا کہ کسی شاعر کے خواب کی تعبیر زہرہ سے بہتر نہیں ہوسکتا۔ دُنیا کا کوئی شخص زہرہ کے حُسن سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔
زہرہ:۔ چلو رحیم چھوڑو بھی اس قصّے میں۔
رحیم:۔ نہیں کمال صاحب۔ مجھے اپنی غلط فہمی پر بے حد افسوس ہے۔ اب میں آپ سے صرف ایک درخواست کرنی چاہتا ہوں۔ اُمید ہے کہ آپ اسے قبول فرمائیں گے۔
کمال:۔ (نہایت کھلے ہوئے انداز میں) فرمایئے۔
رحیم:۔ آپ مجھے اجازت عنایت فرمایئے کہ میں آپ کی ان نظموں کو جو آپنے زہرہ کی تعریف میں لکھی ہیں، ایک نہایت حسین و جمیل مجموعے کی صورت میں شائع کر دوں۔ تاکہ آپکے یہ اشعار لوگوں کے دلوں اور دماغوں میں ہمیشہ محفوظ رہیں۔ اور زہرہ کے حُسن کو ان سے چار چاند لگ جائیں۔
کمال:۔ مجھے اس اجازت کے دینے میں کوئی تامّل نہیں۔ آپ ضرور شائع کر دیں۔ اب مجھے اجازت دیجئے۔
رحیم:۔ بس ایک تکلیف اور دینی چاہتا ہوں۔ وہ جو فارسی کا مقولہ ہے کہ تصنیف را مصنّف نیکو کُند بیاں۔ آپ ہی اس مجموعے کا نام بھی تجویز کر دیجئے۔ دیکھئے کچھ اس قسم کا نام مناسب رہیگا "بربطِ زہرہ" یا کوئی اور ـــ
کمال:۔ میرے نزدیک اس کا نام "دروغِ مصلحت آمیز" زیادہ مناسب ہوگا۔

(ماخوذ)

آغا محمد اشرف